جماعتِ اُولی کی اہمیت
اور
جماعتِ ثانیہ کے مفسدات

مُرتّب

مولانا مُحمّد عبدالقوی

ناشر

برکات بکڈپو
Barakaath
Book Depot
17-1-391/2/M/1, Khaja Bagh, Sayeedabad, Hyderabad. (A.P.)

جماعتِ اُولیٰ کی اہمیت

اور

جماعتِ ثانیہ کے مفسدات

مُرتّب

مولانا محمد عبدالقوی

ناشر

برکات بکڈپو

Barakaath

Book Depot

17-1-391/2/M/1, Khaja Bagh, Sayeedabad,

Hyderabad. (A.P.)

فہرستِ موضوعات

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی سید صادق محی الدین صاحب زید مجدہم
مفتی جامعہ نظامیہ حیدرآباد

حامدا و مصلیا و مسلما

فقہی مسائل ومباحث میں علماء وفقہاء امت کے درمیان ایک اختلافی مسئلہ جماعت ثانیہ کا بھی ہے ایسی مسجد جہاں جماعت پنجگانہ کا باضابطہ نظم ہو، امام واوقات نماز مقرر ہوں اور وہ مسجد کسی تجارتی مرکز وشارع عام پر نہ ہوتو اکثر فقہاء ایسی مسجد میں جماعت کی تکرار کو منع کرتے ہیں، جس کے استدلال میں چند احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں۔

اہتمام جماعت کے عظیم مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی ہے کہ مسلمان دن تمام میں پانچ مرتبہ مسجد میں جمع ہوں اور باجماعت نماز ادا کریں اسطرح محلّہ واری سطح پر مسلمان ایک دوسرے سے دن میں پانچ مرتبہ ملاقات کرتے اور ایک دوسرے کے احوال سے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں، اور اس طرح اس سے ایک اجتماعی شان وباہمی مودت، اور اتفاق واتحاد امت کا اظہار ہوتا ہے، اس کے برخلاف اگر ایک نماز کیلئے تکرار جماعت کو روا رکھا جائے تو ظاہر ہے کہ مذکور الصدر مقصد فوت ہوجائے گا، علاوہ ازیں جماعت اولیٰ کی اہمیت باقی نہیں رہے گی اور جماعت کے اہتمام کیلئے جو سعی وکوشش کا جذبہ امت مسلمہ میں ہے وہ ختم ہوجائے گا، ایک ہی مسجد میں ایک نماز کی کئی جماعتوں کا اہتمام ہوگا تو ظاہر ہے کہ مصلیوں کی تعداد بھی

گھٹ جائے گی، ائمہ ثلاثہ وجمہور علماء کی رائے یہی ہے، حضرت سفیان ثوریؒ ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے بھی اسی طرح کا قول منقول ہے، البتہ فقہاء احناف میں حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ اس شرط کے ساتھ اجازت دیتے ہیں کہ "جماعت ثانیہ" ہیئت اولیٰ کے خلاف ہو، یعنی محراب سے ہٹ کر ہو اور بغیر اذان واقامت وبلا تداعی کے قائم کی جائے بعض حنابلہ اور اہل ظاہر "جماعت ثانیہ" کو جائز قرار دیتے ہیں انکے استدلال کی بنیاد بھی حدیث رسول ﷺ ہی ہے۔

البتہ ایسی مساجد جہاں امام ومؤذن مقرر نہوں اوقات جماعت بھی متعین نہوں اور وہ تجارتی مراکز میں ہوں کہ جہاں مصلیوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہو تو ایسی مساجد میں تکرار جماعت کی گنجائش کو قبول کیا جاسکتا ہے۔ ان تمام علمی نزاکتوں سے قطع نظر کسی بھی مسجد میں احیاناً واتفاقاً کبھی ایسا ہو کہ مقررہ جماعت ختم ہونے پر کچھ لوگ جمع ہوگئے ہوں اور وہ حسب صراحت محراب سے ہٹ کر بغیر اذان واقامت کے تنہا نماز پڑھنے کے بجائے جماعت قائم کرلیں تو شرعاً اسمیں کوئی حرج نہیں، لیکن ایسی جماعت ثانیہ جسکا مقصد عبدیت وبندگی کے تقاضوں کی تکمیل کے بجائے "جذبۂ انا" کی تکمیل ہو اور مقصود اس سے شر وفساد ہو تو ظاہر ہے کہ اسکی کسی قیمت پر اجازت نہیں دی جاسکتی، ظاہر ہے کہ کچھ لوگوں کا جماعت کے ختم ہونے کا انتظار کرکے یا جماعت کے دوران مسجد میں آنے کے باوجود جماعت میں شرکت سے احتراز کرتے ہوئے جماعت ثانیہ کا اہتمام اسکے سوا اور کس غرض سے ہوسکتا ہے۔؟

مساجد اللہ سبحانہ کے گھر ہیں، یہ مادّی وروحانی اعتبار سے امن وسکون کے مراکز ہیں، مسلمانوں کے تمام طبقات کی ذمہ داری ہے کہ وہ سب مل کر اسکا تحفظ

کریں اور ہر قیمت پر اسکی بقا کی تدبیر کریں سابقہ ادوار سے کہیں زیادہ اس زمانہ میں تمام افراد ملت اسلامیہ میں اتحاد واتفاق، اپسی مؤدت ومحبت، مروت ورواداری، ایک دوسرے کے احترام وتکریم کی شدید ضرورت ہے، اسلئے مسلمانوں کے تمام طبقات اپنے اپنے مسلکی فروعی وفقہی اجتہادات وعلمی اختلافات کو اپنے اپنے دائرہ میں رکھیں اسکے مطابق عمل کرلیں کہ ہر ایک اپنے عمل کا جوابدہ ہے دوسرا نہیں، اپنی تحقیقات کو حق اور دوسروں کی تحقیقات کو ناحق جان کر بزور اپنی فکر کو دوسروں پر مسلط کرنے کی سعی وکوشش نتیجہ کے اعتبار سے کامیاب نہیں ہوگی، بلکہ اس سے اختلاف کے اور دروازے کھل جائیں گے، افتراق وانتشار میں مزید اضافہ ہوگا، اس وسعت فکر وعمل میں سب متحد ہوجائیں تو اللہ سبحانہ کی رحمت سے اچھے نتائج کی امید کی جاسکتی ہے یہ بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ تمام مسالک اسلام میں ہیں لیکن اسلام کسی خاص فقہی مکتب کا نام نہیں کہ اسی کو اسلام اور دوسرے مکاتب فقہ کو غیر اسلام کا نام دیا جاسکے۔

اسی پس منظر میں جماعت اولیٰ کی اہمیت اور جماعت ثانیہ کے مفسدات پر مولانا محمد عبد القوی صاحب حفظہ اللہ نے قلم اٹھایا ہے اور اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی ہے، موجودہ حالات میں اس موضوع پر اسکی ضرورت تھی اللہ سبحانہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے علماء ومقتداء اصحاب کو "يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا" کی شان والا بنادے اور افراد امت کو ان جیسے علماء کی رہنمائی میں زندگی گزارنے کے مواقع نصیب فرمائے، آمین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ وسلم علی سید المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین والحمد للّٰہ رب العالمین

تائید وتصویب

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مظاہری مدظلہٗ
ناظم مدرسہ سبیل الفلاح وصدر سٹی جمعیۃ علماء حیدرآباد

آج کل بہت سی مساجد میں جماعتِ ثانیہ کا رواج روز افزوں ہے، مسجد کی مقررہ جماعت ہونے کے بعد دیر سے پہونچنے والے لوگ مسجد ہی کے ایک حصہ میں جماعت سے نماز ادا کرنے لگتے ہیں، ایک صاحب امام مقرر ہوجاتے ہیں اور دوسرے لوگ مقتدی بن جاتے ہیں، زور سے تکبیرات شروع ہوجاتی ہیں، جہری نمازوں میں قرأت بھی ہونے لگتی ہے، جس سے سنتیں ادا کرنے والوں کو خلل ہوتا ہے، منع کیا جائے تو مانتے بھی نہیں بلکہ جماعت ہوجانے کے باوجود مسجد میں دوسری جماعت بنا کر نماز پڑھنے کو بہت بڑا خیر اور بڑے ثواب کا عمل اور تنہا پڑھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

عام مسجدوں میں مقررہ جماعت کے بعد دوسری جماعت کے بڑھتے ہوئے اس رواج کو اگر روکا نہ جائے تو آہستہ آہستہ مقررہ جماعت کی اہمیت گھٹ جائیگی اور نمازی دوسری جماعت مل جانے کے خیال سے اصل جماعت سے محروم ہوتے رہیں گے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عصر کی نماز کے بعد مغرب تک دوسری جماعتوں کا سلسلہ جاری رہے اور مغرب کے بعد عشاء تک دوسری جماعت بنائی جاتی رہے جیسا کہ عرب کی مساجد میں دیکھا جارہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کا عمل اصل

جماعت کی مشروعیت واہمیت کے بالکل خلاف ہے۔ اس لحاظ سے جماعتِ ثانیہ کی ترویج کو روکنا ضروری ہوگیا ہے۔ ادھر مساجد کے صدور، معتمدین اور ائمہ ومؤذنین کو اس مسئلہ کی شرعی وفقہی حیثیت سے آگاہی بھی ضروری تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے برادرِ عزیز مولانا حافظ محمد عبدالقوی سلمہ اللہ کو کہ انہوں نے وقت کے اس اہم مسئلہ پر احادیث اور ائمہ مجتہدین ومحدثین کی تحقیقات اور اسلاف کے اقوال کو جمع کر کے جماعتِ ثانیہ کی کراہت کو واضح کردیا ہے۔ جزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین۔ میں نے کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ مدلل ومستند اور نافع ومفید ہے، معتدل مزاج اور سنجیدہ ذہنیت رکھنے والوں کیلئے کافی ہے اور تشفی بخش بھی۔

ضرورت ہے کہ مساجد میں منتظمین، ائمہ ومؤذنین اس مضمون کو مطالعہ فرما کر مسئلہ کی اہمیت کو سمجھیں اور عامہ مومنین کو سمجھائیں۔

والسلام
محمد عبدالمغنی
۱۴۲۸/۸/۱۹ھ

پیش گفتار

آج کل ایک عام فیشن چل پڑا ہے کہ کسی بھی کام کا اچھا برا ہونا اپنی عقل وفہم اور اپنی معلومات کی روشنی میں طئے کرلیا جاتا ہے، اہل علم سے راہنمائی اور استفادہ کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، اس فیشن کو وہ تمام فکریں اور تحریکیں ہوا دے رہی ہیں جو سلفِ صالحین پر اعتماد سے گریزاں، ورع واحتیاط کے طرزِ عمل سے نالاں اور اپنے شخصی مطالعہ سے حاصل کردہ ناقص تصورِ دین پر نازاں ہیں۔ چونکہ انہیں اپنے افکار ونظریات کے پرچار میں سب سے زیادہ خوف "علماء" سے ہوتا ہے، کیونکہ علماء کرام، سلفِ صالحین کے متوارث ومتواتر تصورِ دین کو یکے بعد دیگرے محفوظ کرتے اور اسی کو حقیقی دین سمجھتے آرہے ہیں، اسلئے وہ اس کے برخلاف اٹھنے والی کسی بھی آواز کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے، فوراً ان جدید افکار کو "فکر سلف" کی کسوٹی پر کس کران کی شرعی حیثیت امت پر واضح کردیتے ہیں، اسی وجہ سے تمام باطل تحریکیں اور ان کی قیادتیں اول وہلہ ہی سے علماء کرام کی مخالفت شروع کردیتے ہیں، بہرحال عوام الناس کے اس جدید طرزِ عمل نے دینی امور کی تحقیق میں ورع واحتیاط اور سلفِ صالحین پر اعتماد کی روح نکال کر امت کو فکری وعملی آزادی میں مبتلا کردیا ہے، نتیجۂ آج یہ صورتحال ہوگئی ہے کہ کسی قانون واصول

کی پابندی کئے بغیر ہی ہر شخص قرآن وحدیث سے احکام کا استنباط واستخراج ہی نہیں، اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے منشا کی تعیین بھی کررہا ہے، اسی قسم کے مسائل میں ایک مسئلہ "مساجد میں جماعتِ ثانیہ" کا بھی ہے، جمہورِ امت کی رائے میں یہ عمل مکروہ ونا پسندیدہ اور مقاصدِ شرعیہ کے خلاف ہے، امام احمدؒ وغیرہ جنکے نزدیک یہ عمل جائز ہے وہ بھی اسکو رواج عام دینے کے حق میں نظر نہیں آتے، اسلئے کہ ماضی میں ان کے ہاں بھی اس کا شیوع نہیں تھا، برخلاف علماء امت کے عوام الناس نے اسے اپنی عقلوں اور عربوں کے طرز عمل سے ایک مستحسن، پسندیدہ اور قابلِ ثواب عمل سمجھ لیا ہے، اور عرب کے علاقوں سے لاکر ہمارے علاقوں میں بھی جاری کردیا ہے، ادھر "نام نہاد اہل حدیثوں" کو اسکی آڑ میں مسلمانوں سے اپنے بغض وعناد کو نکالنے کا موقع بھی مل گیا ہے کہ اس طبقہ نے جماعتِ ثانیہ کے نام پر نمازوں کے بعد مسجد پہونچ کر اپنے مسلکی امتیاز کے ساتھ علاحدہ جماعت بنا کر نماز پڑھنا شروع کردیا ہے، مختلف مساجد میں یہ سلسلہ نظر آرہا ہے، جو "تفریق بین المؤمنین" کا منافقانہ کردار ہے، علماء کرام، مسجد کی کمیٹیاں اور صاحبِ فکر واثر عوام سب مل کر اس فتنے پر ابھی روک نہیں لگائیں گے تو دیکھتے دیکھتے عرب کے علاقوں کی طرح مسجدوں میں جماعتِ اولیٰ کی اہمیت گھٹ جائیگی، اور یکے بعد دیگرے دسیوں جماعتیں ہوتی رہیں گی، نیز غیر مقلدین کا یہ کم فہم طبقہ ہر مسجد میں اپنی الگ جماعت کے منصوبے میں کامیاب ہوجائیگا۔ اس لئے اس مسئلہ کو سمجھنے اور اہمیت دینے کی ضرورت ہے کہ اسلام میں مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اس کے اسباب پیدا کرنے سے مذموم کوئی حرکت نہیں ہے، میں نے اپنی مسجد میں غیر مقلدین کو "جماعتِ ثانیہ" سے روکا تو اسے ایک اچھے کام سے روکنا سمجھا گیا،

بعض مخلص احباب اور نوجوانوں نے اس الزام سے متاثر ہو کر مجھ سے تحقیق کی ، جب تفصیل بتلائی گئی تو انہوں نے خواہش کی کہ اس مسئلہ کو جمعہ میں بیان کر دیا جانا چاہیے تاکہ سب لوگوں کو اس کا علم ہو جائے اور کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ چنانچہ میں نے علماء کے حوالے سے اس مضمون کو بیان کیا اور الحمد للہ بہت سے لوگوں کو اطمینان بھی ہوا، اس لئے خیال ہوا کہ کیوں نہ اس مسئلے کو مرتب کر کے ائمہ کرام اور منتظمین مساجد کی خدمت میں پہونچا دیا جائے، تاکہ مسئلہ کا مذاکرہ اور مضمون تازہ ہو جائے۔ چنانچہ یہ رسالہ اسی فریضے کی ادائیگی کی ایک مختصر سی کوشش ہے۔

واضح رہے کہ اس سے کسی مخصوص طبقے اور مکتبِ فکر کی مخالفت مقصود نہیں ، عرب ملکوں سے لوٹنے والے نوجوانوں اور جدت پسند لوگوں کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ ائمہ مجتہدین اور علماء محققین کی اتباع کو "جہل" اور جہلاء عوام کی اتباع "دین" سمجھنا نفس کا بہت بڑا دھوکہ ہے، دین کو کتاب وسنت سے اور کتاب وسنت کو محقق علماء سے حاصل کرنا ہی صراط مستقیم ہے، سلف صالحین کی تحقیقات پر اعتماد نہ کرنے سے زیادہ گمراہ کن کوئی راستہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اپنی مرضیات کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

محمد عبد القوی غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم ،امابعد !

موضوع کا تعارف:-

آج کل مساجد میں "جماعتِ ثانیہ" کا رواج بڑھتا جا رہا ہے اور عام مسلمان احکام شرعی سے ناواقف ہونے کے باوجود محض دوسروں کی دیکھا دیکھی زیادہ ثواب کی بات سمجھ کر اُسے اختیار کرتے جا رہے ہیں، عرب میں تو عام عادت ہی بن گئی ہے، ہمارے علاقوں میں بھی ادھر کچھ عرصہ سے مسجدوں میں یہ سلسلہ چل پڑا ہے، اور اس کو ہوا دینے والا وہ "سعودی ریٹرن" طبقہ ہے جس کے ہاں کسی بات کے صحیح ہونے کیلئے بس اس قدر کافی ہے کہ اس کا ذکر "بخاری شریف" میں موجود ہو یا "سعودی عرب" میں اس پر عمل ہوتا ہو، اس سے آگے "علم وتحقیق" کے میدان سے اور علماء وفقہاء کی تحقیقات سے اُنہیں کوئی واسطہ ہی نہیں ہے، بلکہ ان کے نزدیک "سعودی عرب" کے رواج اور "بخاری شریف" کے حوالہ کے بعد اس مسئلہ میں زبان کھولنا جرمِ عظیم اور شرکِ جلی سے کم درجہ کی بات نہیں ہے۔ **فیاحسرة علی علمهم وعقلهم!**

چونکہ "جماعتِ ثانیہ" کا یہ سلسلہ اپنی جگہ بہت سی خرابیوں اور مفسدات کا سبب ہے، اور عوام الناس اس سے بالکل ناواقف ہیں، اُنھیں اسی وجہ سے منع کرنے والوں سے مخلصانہ شکایت بھی ہوتی ہے کہ اچھے کام سے کیوں منع کیا جا رہا ہے؟ اس لئے ذیل میں اس موضوع پر قدرے تفصیل سے کلام کیا جا رہا ہے تاکہ حق کے

متلاشی اور علم صحیح کے قدر دانوں کیلئے وسیلۂ علم عذر یعۂ عمل ثابت ہو، والتوفیق بیداللہ

جماعتِ مسجد کی اہمیت وفضیلت:-

عن ابی هريرة رضی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: والذی نفسی بیده لقد هممت ان آمر بحطب لیحطب، ثم امر بالصلوٰة فیؤذن لها، ثم امر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الی رجالٍ فاحرق علیهم بیوتهم [1]

اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میرا جی یوں چاہتا ہے کہ ایندھن اکٹھا کرواؤں، پھر نماز کے لئے حکم دوں پس اذان کہہ دی جائے پھر کسی سے کہوں کہ وہ جماعت کی امامت کرے، پھر میں ان مردوں کیجانب جاؤں (جو مسجد کی جماعت میں نہیں پہونچے) اور ان کے اوپر ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بستی میں اذان ہو جانے کے بعد بھی بلا عذر شرعی کے مسجد کی جماعت میں حاضر اور شریک نہ ہونا اتنا سنگین گناہ ہے کہ نبی رحمت ﷺ ان کو "زندہ درنار" کردینے کی وعید سنا رہے ہیں، اور وہ بھی "قسم" کی تاکید کے ساتھ! چنانچہ بعض دیگر روایات سے صحابہؓ کا یہ تأثر معلوم ہوتا ہے کہ اگر بے قصور عورتوں اور بچوں کی رعایت مدنظر نہ ہوتی تو آپ ﷺ اپنے اس ارادہ پر عمل بھی فرمادیتے۔ اس کے باوجود بھی بعض لوگوں کو مسجدوں میں دیر سے پہونچ کر بالقصد "جماعتِ ثانیہ" کرنا

[1] باب وجوب الصلوٰۃ، الموسوعۃ ص: ٥٢

"جماعتِ اولیٰ" میں شرکت کے اہتمام سے بھی زیادہ نہ معلوم کیوں پسند ہے؟ اور کیسے اس کو حصول فضیلت اور ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں؟ کیونکہ "اذان" متفرق اور متعدد جماعتیں بنا کر نماز پڑھنے کیلئے نہیں دی جاتی، ایک جگہ اکھٹے ہو کر شوکتِ اتحاد کے مظاہرہ کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لئے دی جاتی ہے۔ جیسا کہ تمام علماء نے "مقاصدِ جماعت" میں اس کی وضاحت کی ہے۔

حدیث مذکور میں "ثم اخالف الی رجال" سے اور اس کی دیگر روایات میں مذکور عورتوں اور بچوں کی رعایت میں ایسا نہ کرنے کی صراحت سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز با جماعت مردوں کے لئے مشروع ہوئی ہے، عورتوں کے لئے نہیں، ورنہ وہ عدم شرکت میں معذور نہ سمجھی جاتیں۔

☆عن عبد الله ابن مسعود رضی قال من سره ان یلقی الله تعالیٰ غدا مسلما، فلیحافظ علی هؤلاء الصلوٰت الخمس حیث ینادی بهن، فان الله شرع لنبیکم سنن الهدی، وانهن من سنن الهدیٰ ولو انکم صلیتم فی بیوتکم کما یصلی هذا المتخلف فی بیته لترکتم سنة نبیکم ولو ترکتم سنة نبیکم لضللتم . . . .لقد أیتنا مایتخلف عنها

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کل وہ اللہ تعالیٰ سے حالتِ اسلام میں ملے تو اس کو چاہیے کہ ان پانچوں نمازوں کی جماعت کا اہتمام کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو ہدایت والے طریقے دیئے ہیں، یہ نماز با جماعت بھی انہی ہدایت والے طریقوں میں سے ایک ہے ......اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھو گے جیسا کہ یہ فلاں اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہے

الا منافق معلوم النفاق، ولقد كان الرجل يوتى به يهادى بين الرجلين حتى يقام فى الصف ۱؎

تو تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ نے والے ہوگے اور اگر تم نے اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ میں تو صحابہؓ کے ماحول میں دیکھتا تھا کہ اذان کے بعد نماز باجماعت میں مشہور منافقوں کے علاوہ کوئی غیر حاضر نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ ایک شخص اگر دو آدمیوں کے ذریعہ گھسٹتے پیروں کیساتھ لایا جاسکتا تو اُسے بھی لاکر صف میں کھڑا کردیا جاتا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے اس تاکیدی خطاب سے معلوم ہوا کہ اذان کے بعد مسجد میں جو جماعت قائم کی جاتی ہے یا جس جماعت کے لئے اذان کہی جاتی ہے اس کی پابندی ضروری ہے، اور صحابہ کرامؓ اس کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ مشہور منافقوں کے علاوہ کسی شخص کو جماعتِ مسجد ترک کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، حتیٰ کہ کوئی شخص اگر دو آدمیوں کے سہارے پیروں سے گھسٹتے ہوئے بھی مسجد کی جماعت میں پہونچ سکتا تھا تو وہ بھی جماعت میں حاضری سے دریغ نہ کرتا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اس خبر میں "جماعت" سے مراد "جماعتِ اولیٰ" ہی ہے۔

عن ابی ہریرةؓ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل اعمیٰ، فقال یارسول اللہ! انہ لیس لی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا صحابیؓ حاضر ہوئے

۱؎ رواہ مسلم: ۱/۲۳۲

قائد يقودنى الى المسجد، فسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يُرخّص له فيصلى فى بيته، فرخص له، فلما ولّى دعاه فقال هل تسمع النداء بالصلوٰة؟ فقال نعم! فقال فاجب ۱؎

اور عرض کیا کہ میرے پاس کوئی ایسا رہبر نہیں ہے جو مجھے مسجد پہونچا دیا کرے، یعنی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی گنجائش مانگی، آپؐ نے انہیں اسکی اجازت دیدی، پھر جب وہ جانے لگے تو واپس بلاکر پوچھا کہ کیا تمہیں اذان کی آواز سنائی دیتی ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو پھر آپؐ نے فرمایا ایسا ہے تو مسجد ہی میں آکر نماز پڑھا کرو۔

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ اذان کے بعد مسجد پہونچنا اور جماعتِ مسجد میں شریک ہونا اس قدر ضروری امر ہے کہ ایک نابینا کو اسکے پاس کوئی رہبر نہ ہونے کے باوجود بھی نبی کریم ﷺ نے انہیں "ترکِ جماعت" کی اجازت نہیں دی۔

اس جگہ صرف ان تین حدیثوں پر اکتفاء کیا گیا ہے، ان کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث ہیں جو جماعتِ مسجد کی فضیلت واہمیت کو اور اس کے بلاعذر ترک پر سخت وعیدوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ اللھم وفقنا اھتمامہ واتباعہ یہ روایات جہاں جماعتِ مسجد کی فضیلت واہمیت کو ثابت کرتی ہیں، وہیں مسجد میں متعدد جماعتوں کی کراہت کو بھی واضح کرتی ہیں، اسکی تفصیل ہم آگے ذکر کریں گے۔

۱؎ رواہ مسلم: ۱/۲۳۲

جماعتِ مسجد کا فقہی حکم:-

اسی وجہ سے تمام فقہاء کرام نے اذان کے بعد مسجد پہونچنے اور جماعت کو پانے کی تیاری کو واجباتِ دین میں شامل کیا ہے۔

چنانچہ امام احمدؒ کے نزدیک اذان سننے کے بعد جماعت میں شامل ہونا "فرض عین" ہے، جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک "فرض کفایہ اور سنت علی العین" ہے، امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول "وجوب" کا ہے، (یا کم از کم "سنتِ موکدہ" کا) جبکہ کوئی عذر شرعی نہو، عذر کی تفصیل علاحدہ ہے۔

نظامِ جماعت کے مقاصد و فوائد:-

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ دین اسلام کے احکام اور انکی حکمتوں کے بڑے عالم و عارف گذرے ہیں، ان کی کتاب "حجۃ اللہ البالغۃ" اس خصوصیت کے ساتھ علماءِ دین میں معروف و مشہور ہے، ذیل میں ہم اس کی شرح "رحمۃ اللہ الواسعہ" کی مدد سے نماز باجماعت کی مشروعیت کی حکمتیں نقل کرتے ہیں شاہ صاحبؒ کے بیان کا ترجمہ شارح کتاب حضرت مفتی سعید احمد صاحب مدظلہٗ کے الفاظ میں اسطرح ہے:

چند مصالح کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ الٰہی جماعت سے نماز ادا کرنے کا نظم بنایا، اور متنوع ثواب بیان کر کے اسکی ترغیب دی، اس میں کوتاہی کرنیوالوں کو سخت تنبیہ فرمائی، وہ فوائد و مصالح یہ ہیں۔

الف: "رسم" یعنی دنیا کی آفات سے حفاظت میں اس سے زیادہ کوئی

۱ درس ترمذی: ۱/۲۸۱ بتغییر یسیر

چیز نافع نہیں کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو رواج عام دیا جائے، جو ہر کہ و مہ کے سامنے ادا کی جائے، اور اس کو سب شہری اور دیہاتی ادا کریں، کوئی مسلمان اس سے مستثنیٰ نہ ہو، اور لوگ اس عبادت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں، اور اس عبادت کو اتنا عام کیا جائے کہ وہ "ضروری معاشی امور" کا درجہ حاصل کرلے، جس طرح کھانا پینا اور سونا جاگنا زندگی کے ایسے لوازم ہیں کہ ان کے بغیر چارہ نہیں، نہ کوئی شخص ان سے بے اعتنائی برت سکتا ہے۔ اسی طرح اس عبادت کو بھی لوگوں کی "عادتِ ثانیہ" بنا دینا چاہیے تاکہ وہ عبادت دوسری عبادتوں کا لوگوں میں شوق پیدا کرے، اور دنیا کے ہر معاملہ میں اور زندگی کے ہر موڑ پر دین کی طرف لوگوں کو دعوت دیتی رہے تاکہ وہی دنیا جس کے ضرر کا ہر وقت دھڑکا لگا رہتا تھا وہ لوگوں کو دین کی طرف بلانے والی بن جائے۔ ایسی عبادت جو ان مقاصد کو اس طرح پورا کرے نماز ہی ہوسکتی تھی، کیونکہ وہ عظیم الشان اور قوی البرہان عبادت ہے، اس لئے شریعت نے اس کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا، تاکہ اس کی اشاعت عام ہو، اس کے لئے لوگ ایک جگہ جمع ہوں اور سب مل کر اس کو ادا کریں تاکہ اس کی برکت سے غفلت کا پردہ چاک ہو۔

ب: ملت تین طرح کے لوگوں پر مشتمل ہے ۱۔ علماء جو مقتدا ہیں ۲۔ نیکوکاری کے خواہشمند لوگ جن کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ شوق دلانا کافی ہوجاتا ہے ۳۔ نیت اور جذبے کے کمزور لوگ، جنہیں اگر سب کے ساتھ ملکر اور سب کے سامنے عبادت پر مجبور نہ کیا جائے تو وہ سستی و کاہلی میں مبتلاء ہوجاتے ہیں۔ پس ان سب لوگوں کے حق میں اس سے زیادہ مفید اور ان مصالح سے ہم آہنگ اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں ہوسکتی تھی کہ سب کو ایک ساتھ مل کر ایک دوسرے کے سامنے

عبادت کرنے کا حکم دیا جائے، تاکہ نمازی اور بے نمازی کا پتہ چل جائے، اور عبادت کا شوق رکھنے والے اور بدشوق جدا ہوجائیں، اور جماعت میں جو علماء ہیں عوام ان کی پیروی کرسکیں، اور جو بے علم ہیں علماء ان کی تعلیم واصلاح کرسکیں، تاکہ اللہ کی عبادت لوگوں میں سونے کی مثال بن جائے کہ جب اس کا کھرا کھوٹا جاننا ہوتا ہے تو وہ مختلف سناروں کو دکھایا جاتا ہے اور وہ بتاتے ہیں کہ کونسا سونا کھرا ہے اور کونسا کھوٹا ہے؟ اسی طرح جب سب ملکر ایک دوسرے کے سامنے عبادت کرینگے تو جو عبادت میں غلطی کرے گا اس کی اصلاح کی جائیگی اور جو صحیح طریقہ پر عبادت کریگا اس کو بنظرِ استحسان دیکھا جائے گا۔

ج: اسی طرح مسلمانوں کا ایک ساتھ جمع ہونا، اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوں، اس کی رحمت کے امیدوار ہوں، اس کے عذاب سے خائف ہوں، اس کے سامنے سر اطاعت جھکانے والے ہوں، تو یہ منظر اور یہ حال اللہ تعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں کے نزول میں عجیب تاثیر وخاصیت رکھتا ہے۔ چنانچہ جماعت کی نماز کی مشروعیت کا ایک سبب یہ بھی ہے۔

د: امتِ مسلمہ کو روئے زمین پر اس لئے جلوہ گر کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام کا بول بالا ہو، یعنی زمین میں کوئی دین، دینِ اسلام سے اعلیٰ نہ رہے، اسلام ہی تمام ادیان پر غالب آجائے، جیسا کہ "سورۃ الصّف" میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ: اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا، تاکہ وہ دینِ اسلام کو تمام ادیان پر غالب کردے، گو مشرکین کیسے ہی ناخوش ہوں" اور غلبۂ اسلام کی جہاں بہت سی صورتیں ہیں، ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ اعمالِ اسلام کا عام مظاہرہ ہو، اور یہ بات اسی وقت متصور ہوسکتی ہے جبکہ مسلمانوں کے عوام وخواص، شہری ودیہاتی،

چھوٹے اور بڑے ایک ساتھ جمع ہوکر اور مل جُل کر وہ عبادت بجالائیں جو اللہ کے دین کا سب سے بڑا شعار اور اس کی بندگی کا مشہور ترین طریقہ ہے، یعنی "نماز"۔

ہ: باجماعت نماز کا ایک عجیب فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر مقتدی نماز میں کچھ بھی نہ پڑھے، صرف نیت کرکے تکبیر تحریمہ کہہ کر آخر تک تمام ارکان میں امام کے ساتھ شریک رہے، تو بھی اس کی نماز ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اقوال میں سے نماز میں صرف قراءت فرض ہے، اور جماعت کی نماز میں وہ امام کے ذمہ ہے۔ باقی تکبیرات، تسبیحات، اور ادعیہ وغیرہ یا تو مستحب ہیں یا سنت یا واجب، جن کے ترک سے بھی نماز ہوجاتی ہے۔ (یہ آخری فائدہ شارح نے بڑھایا ہے)

بس انہی فوائد ومقاصد کی خاطر شریعتِ اسلامی نے جمعہ اور جماعت کو مشروع کیا، اسکی ترغیب دی اور اس کی خلاف ورزی کو سختی سے منع کیا ہے۔ [1]

ان حکمتوں اور مقاصد کا عام فہم خلاصہ:۔

حاصل یہ نکلا کہ شریعت اسلامی میں پنجوقتہ نمازوں کیلئے جماعت کی مشروعیت، اس کی پابندی پر بے شمار فضائل وانعامات اور اس کی خلاف ورزی پر سخت ترین وعیدیں اسلئے رکھی گئی ہیں کہ اس کے ذریعہ (۱) اللہ کا کلمہ بلند ہوتا ہے (۲) دینِ اسلام کے ماننے والوں میں توحید وعبودیت کے اظہار واعلان کی جرأت پیدا ہوتی ہے (۳) اجتماعِ عام کے ذریعہ شوکتِ اسلام اور عددی قوت کا اظہار ہوتا ہے (۴) پانچ وقت اہلِ محلّہ کے اکٹھا ہونے اور مل جل کر عبادت کرنے سے ان کے درمیان محبت ومودت، اخوت وبھائی چارہ کی فضا قائم ہوتی ہے (۵) تمام امور میں امیر کی اطاعتِ کاملہ کا مزاج بنتا ہے اور اسکا مظاہرہ ہوتا ہے (۶) عوام

[1] رحمۃ اللہ الواسعہ ۳/۵۷۱ تا ۵۷۳

وخواص کے اجتماع سے عوام کو علماء سے استفادہ کرنے اور علماء کو عوام کے اعمال واخلاق کی اصلاح کرنے کا موقع ملتا ہے (۷) ایک دوسرے کے جسمانی، ایمانی اور معاشی احوال سے واقفیت اور ان کے مداوا کی توفیق ہوتی ہے (۸) اہل ایمان کا یہ اجتماع اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا سبب بنتا ہے (۹) غیر مسلمین پر مسلمانوں کی جمعیتِ متحدہ اور عبادتِ الٰہیہ کی دھاگ بیٹھتی ہے (۱۰) ان کے قلوب کے اسلام کی طرف مائل وراغب ہونے کا سبب بنتا ہے (۱۱) افضل العبادات کا یہ عملی واجتماعی مظاہرہ بندوں پر "عبادتِ رب" کے حق کو پہچاننے کا وسیلہ وذریعہ بن جاتا ہے (۱۲) نمازی و بے نمازی، عمل کا شوق رکھنے والے اور بدشوق ایک دوسرے سے نمایاں ہوجاتے ہیں۔ وغیرھا ما لا یعد ولا یحصیٰ

ان مقاصد کا حصول ایک ہی جماعت ہونے سے ہوتا ہے:-

جب یہ بات ہے تو جماعت کے یہ "فوائد ومقاصد" اسی وقت حاصل ہوں گے جب مسجد میں ہر نماز کے لئے ایک ہی اذان اور ایک ہی جماعت ہو، جب اذان ہوجائے تو سب لوگ اس اجتماع کی تیاری شروع کردیں، اور بلا لحاظِ مسلک ومشرب، امیر وغریب، رئیس وفقیر، عالم وجاہل، خویش واجنبی، اور صغیر و کبیر کے سب مسلمان مسجد میں اکھٹے ہوجائیں۔ اور امام واحد کی اتباع واقتداء میں نماز ادا کرکے اپنے اپنے مشاغل کی طرف لوٹ جائیں۔ یہ نہیں کہ ہر نماز کے وقت پورے وقت میں متعدد اذانیں ہوتی رہیں اور جماعتیں بنتی رہیں، یا اذان تو ایک ہی ہو مگر لوگ وقفہ وقفہ سے آتے رہیں اور علاحدہ علاحدہ جماعتیں بنا کے نماز ادا کرتے رہیں، کیونکہ ایسا کرنا "نظامِ جماعت" کے مذکورہ بالا مقاصد کو فوت کردیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ ؐ کے

بعد کے زمانوں میں بھی ــــ سوائے اِکّا دکّا جزوی واقعہ کے ــــ مساجد میں ایک نماز کیلئے دو یا دو سے زائد جماعتوں کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا تھا۔ بلکہ بقول بعض محققین کے "جماعتِ ثانیہ" کا یہ رواج چھٹی صدی ہجری تک کہیں نہیں تھا۔

جماعتِ ثانیہ ان مقاصد کو ختم کردیتی ہے:-

"جماعتِ ثانیہ" جماعت کے ان منافع ومقاصد کو ختم کردیتی ہے، جس کے لئے جماعت مشروع ہوئی ہے۔ چنانچہ (۱) جماعتِ ثانیہ کی اجازت جماعتِ اولیٰ سے غفلت کا سبب ہے۔ (۲) اس کی وجہ سے جماعتِ اُولیٰ میں مصلیوں کی تعداد گھٹ جاتی ہے جو منشائے شرع کے خلاف ہے۔ (۳) تفریق بین المؤمنین کا سبب ہے جب کہ جماعت اجتماع واتحاد کے لئے قائم کی جاتی ہے۔ (۴) دوسری جماعت کی اجازت تیسری، چوتھی اور اس سے بھی زیادہ جماعتوں کا سبب ہوکر نظمِ جماعت کا مذاق بن جاتی ہے جیسا کہ عرب علاقوں میں اور جہاں بھی لوگ اس کے قائل ہیں ان مسجدوں میں روز روز کا مشاہدہ ہے۔ (۵) امامت جو ایک باوقار و ذمہ دار منصب ہے اور اسکے لئے متدین ومتشرع، احکام سے واقف اور صحیح التلاوت آدمی کا انتخاب ہونا چاہیے، اس کے بجائے کوئی بھی احکام سے واقف وناواقف، صالح وفاسق امام بن جاتا ہے، بسا اوقات انشرٹ کیا ہوا، برہنہ سر، قرآن کریم صحیح نہ پڑھ سکنے والا شخص بھی امام ہوجاتا ہے، جس سے دیکھنے والوں کی نگہ میں "منصبِ امامت" بے حیثیت ہوکر رہ جاتا ہے۔ (۶) لوگ مسلکوں کی بنیاد پر قصداً جماعتِ مقررہ سے رُک کر علاحدہ جماعت کرنے پر جری ہوجاتے ہیں۔ جو باہمی نزاع واختلاف کو ہوا دینے کا سبب ہوجاتا ہے۔ جبکہ مسجد ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں پہونچکر سب اختلافات ختم ہوجاتے ہیں۔

جماعتِ ثانیہ کے یہ اور ان جیسے بہت سے نقصانات ہیں جو ادنیٰ تأمل سے سمجھ میں آسکتے ہیں، غالباً انہی وجوہ سے نبی کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؒ، ائمہ مجتہدینؒ، اور علماء دین نے نہ صرف یہ کہ "جماعتِ ثانیہ" کی ترغیب نہیں دی بلکہ قولاً وعملاً اسے مکروہ وناپسندیدہ ہی قرار دیا جس کی تفصیل اگلی سطروں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

جماعتِ ثانیہ اور اشاراتِ قرآنیہ :-

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا [1]

اور جن لوگوں نے ایک مسجد ضرار، کفر، تفریق بین المؤمنین اور اللہ ورسول کے دشمنوں کو پناہ دینے کیلئے بنائی ہے، اور قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اس سے ہمارا مقصد اچھا ہے، جبکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں، اے نبی! آپ اس میں ہرگز نماز نہ پڑھیں۔

ابن العربیؒ فرماتے ہیں: یعنی مسلمان ایک جماعت تھے، ایک مسجد کے مصلی تھے، منافقین نے اس مسجد کے ذریعہ چاہا کہ ان کی اجتماعیت کو توڑ دیں، تاکہ وہ ان سے علاحدہ ہوجائیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت کے نظام کا حقیقی مقصد مسلمانوں کے قلوب کو جوڑنا، عبادت کے نظام کو مستحکم کرنا اور ان کے درمیان مودت ومحبت پیدا کرنا ہے۔ امام شاطبیؒ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو نقل کرکے اس تفسیر کو پسندیدہ قرار دیا ہے [2]

---

[1] سورۃ التوبۃ: ۱۰۷، [2] القول المبین فی اخطاء المصلین ص: ۲۷۰

"مسجد ضرار" کے قیام کو اللہ تعالیٰ نے جن وجوہ سے ناپسند فرمایا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ڈھادینے کا حکم دیا تھا، ان میں سے ایک وجہ "**وتفریقاً بین المؤمنین**" بھی فرمائی ہے، جماعتِ ثانیہ کی اجازت بھی جماعتِ اولیٰ سے تہاون وغفلت اور جماعت کی کثرت ٹوٹنے کا سبب ہے، چنانچہ جن علاقوں میں اس کا عام رواج ہوگیا ہے، وہاں جماعتِ اولیٰ کا کوئی خاص اہتمام نظر نہیں آتا، لوگ آتے رہتے ہیں اور جماعتیں بناتے رہتے ہیں، جبکہ اذان وجماعت کا اسلامی نظام بستی کے مسلمانوں کو جوڑنے اور اکھٹے کرنے کیلئے قائم کیا گیا ہے۔

امام قرطبیؒ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے ارشاد: "**تفریقاً بین المؤمنین**" سے معلوم ہوگیا کہ منافقین کی مسجدِ ضرار بنانے سے ایک غرض یہ بھی تھی کہ مسلمانوں میں انتشار پیدا ہوجائے اور مسجدِ نبوی کی جماعت گھٹ جائے (جس پر اللہ تعالیٰ نے سخت ناراضگی ظاہر فرمائی) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں جماعت کی نماز کے نظام کا سب سے بڑا مقصد اور اسکی واضح غرض وغایت مسلمانوں کو ظاہراً وباطناً اطاعتِ الٰہی پر جوڑنا، اور دین کے ایک اہم عمل کے ذریعہ ان میں اجتماعیت اور باہمی محبت پیدا کرنا، اور قلوب کو "کینہ وکدورت" کی گندگی سے پاک کرنا ہے، چنانچہ امام مالکؒ نے اس آیتِ شریفہ میں اس "دقیق ولطیف نکتہ" کو بھانپتے ہوئے اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ایک مسجد میں ایک ہی نماز کی دو جماعتیں نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ جماعت کا مقصد مسلمانوں کو جوڑنا ہے اور اس جوڑ میں رخنہ ڈالنا منافقوں کا کام ہے، جبکہ "جماعتِ ثانیہ" اتحاد ملی کے اس عظیم مقصد کو ضائع کرتی اور اس نظام کی برکت کو ختم کردیتی ہے، اس کی وجہ سے غافلوں کو بہانہ مل جاتا ہے کہ جماعت چھوٹ

جائے گی تو دوسری جماعت کرلیں گے، (اس لئے وہ بھی تفریقاً بین المؤمنین میں داخل ہوکر ممنوع ومکروہ قرار پائیگی) [1]

☆ اسی طرح سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۰۲ میں اللہ تعالیٰ نے جنگ کی خوفناک صورتحال کے دوران اگر نماز کا وقت ہوجائے اور فریقین میں اسطرح ٹھنی ہوئی ہو کہ دشمن کی طرف سے تھوڑی دیر کیلئے بھی توجہ ہٹانی مشکل ہو تو نماز کا ایک خاص طریقہ نازل فرمایا ہے، جس کو فقہاء "صلوٰۃ الخوف" کہتے ہیں، اس میں بھی مجاہدین کو ایک ہی جماعت پر جمع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ اگر چاہتے تو ایسے وقت انہیں علاحدہ علاحدہ جماعت بنا کر پڑھنے کی بھی اجازت دے سکتے تھے، لیکن ایسا نہیں فرمایا گیا۔ اس سے بھی "جماعتِ ثانیہ" کی کراہت کا صریح اشارہ ملتا ہے۔

جماعتِ ثانیہ اور اسوۂ نبویؐ:-

☆ حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل من نواحی المدینۃ یرید الصلوٰۃ، فوجد الناس قد صلّوا، فمال الی اھلہ فجمع اھلہ فصلّی بھم. اخرجہ الطبرانی برجال ثقات [2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کسی نواحی محلّہ سے مسجدِ نبوی کو واپس آئے، نماز کا ارادہ فرمایا تو دیکھا کہ لوگ نماز پڑھ چکے ہیں، یعنی مسجد میں نماز ہوچکی ہے تو آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور گھر والوں کو لے کر جماعت بنائی۔

☆ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں "جماعتِ ثانیہ"

---

۱ الجامع لاحکام القرآن: ۱۴۵/۸ ۲ مجمع الزوائد: ۴۵/۲

کو پسند نہیں فرماتے تھے، کیونکہ اگر پسند فرماتے تو گھر جاکر جماعت کرنے کے بجائے مسجد میں ہی جماعت فرمالیتے اور مسجد کی فضیلت کو ترک نہ فرماتے۔

☆ اسی طرح "بخاری ومسلم" کی وہ روایت جو پیچھے حضرتِ ابوہریرہؓ کے حوالہ سے گذر چکی ہے کہ آپؐ نے اذان کے بعد مسجد نہ آنے والوں کے گھروں کو جلادینے کا حتمی ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ غور کرنا چاہیے کہ اگر آپؐ کے نزدیک "جماعتِ ثانیہ" کی گنجائش ہوتی تو آپؐ یہ بات کیسے ارشاد فرماسکتے تھے؟ اس لئے کہ پہلی جماعت میں نہ پہونچنے والوں کے پاس یہ عذر ہوسکتا تھا کہ ہمارا ارادہ دوسری جماعت بنالینے کا تھا، ایسی صورت میں آپؐ کی یہ تنبیہ وتہدید بے معنیٰ ہوکر رہ جاتی ہے۔

جماعتِ ثانیہ اور صحابہؓ وتابعین:-

☆ "امام طبرانیؒ" نے سندِ حسن کے ساتھ ابراھیم نخعیؒ سے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ: ایک دفعہ وہ نماز کے لئے مسجد پہونچے تو لوگ نماز سے فارغ ہوکر واپس ہورہے تھے، ان کے ساتھ حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ بھی تھے حضرتِ ابن مسعودؓ گھر لوٹ آئے اور ان دونوں کے ساتھ گھر پر جماعت بنا کے نماز ادا فرمائی، غور کرنے کی بات ہے کہ جب وہ مسجد پہونچ ہی گئے تھے تو وہاں پر بھی ان لوگوں کیساتھ جماعت کرسکتے تھے، ایسی صورت میں کچھ اور لوگ بھی جماعت میں شریک ہوجاتے، لیکن چونکہ یہ حضرات مسجد میں جماعتِ ثانیہ کو پسند نہیں فرماتے تھے، اسلئے گھر واپس آکر جماعت بنالی، اس جگہ یہ بھی یاد رہیکہ حضرت ابن مسعودؓ فقہاءِ صحابہؓ میں اونچا مقام رکھتے ہیں۔

☆ عبد الرحمٰن بن مجبرؒ کہتے ہیں کہ میں سالمؒ بن عبد اللہؓ کے ساتھ نماز کے لئے جامع مسجد میں داخل ہوا، اس وقت لوگ نماز سے فارغ ہو چکے تھے، تو بعض لوگوں نے ان سے کہا، کیوں نہ آپ دوسری جماعت کرلیں؟ آپ نے فرمایا: ایک نماز کی ایک ہی مسجد میں دو مرتبہ جماعت نہیں کی جاتی۔ یاد رہے کہ سالمؒ بن عبد اللہؓ مشہور تابعی اور عبد اللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے ہیں نیز امام مالکؒ نے "مدوّنۃ الکبریٰ" میں ابن وہبؒ سے قابل اعتماد سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جماعتِ ثانیہ کے بارے میں یہی رائے ابن شہاب زہریؒ، یحییٰ بن سعیدؒ، ربیعہؒ، اور لیث بن سعدؒ کی بھی ہے۔

بہر حال سالمؒ بن عبد اللہؓ کے اس ارشاد میں کہ "ایک نماز کی جماعت ایک ہی مسجد میں دو مرتبہ نہیں کی جاسکتی" جماعتِ ثانیہ کی کراہت پر صریح دلیل موجود ہے بالخصوص جب کہ متعدد تابعین اس کی تائید وتصویب بھی کر رہے ہوں۔ [۱]

☆ مصنف ابن ابی شیبہؒ اور مصنف ابن عبد الرزاقؒ میں حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد مروی ہے کہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ مسجد میں کبھی ایسے وقت پہونچتے کہ جماعت ہو چکی ہوتی تو اپنی نماز تنہا پڑھ لیا کرتے تھے، (جماعت ثانیہ نہیں کرتے تھے) یہی بات امام شافعیؒ نے "کتاب الام" میں فرمائی ہے کہ "ہم کو یہ بات احادیث اور سلفِ صالحین کے ذریعہ اچھی طرح محفوظ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں اگر کچھ لوگوں کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت چھوٹ جاتی تو وہ لوگ یعنی صحابہ کرامؓ جماعت پر قدرت کے باوجود دوسری جماعت نہیں کرتے تھے، تنہا پڑھ لیا کرتے تھے، کیونکہ صحابہ کرامؓ مسجد میں (ایک نماز کی) دو جماعتوں کو مکروہ سمجھتے تھے۔" جنکی جماعت چھوٹ گئی انہیں مسجد میں "جماعتِ ثانیہ"

۱ اعلاء السنن ۴/۲۷۹

نہ کرنے اور تنہا پڑھ لینے کی ہدایت دینے کے بعد امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ اگر کچھ لوگوں نے مسجد میں جماعتِ ثانیہ کرلی تو اگرچہ نماز صحیح ہو جائیگی مگر وہ لوگ مکروہ کے مرتکب ہوں گے، کیونکہ ہمارے متقدمین اور سلفِ صالحین جماعتِ ثانیہ نہیں کرتے تھے، بلکہ بعض سلف تو ایسا کرنے کو معیوب سمجھتے تھے۔ [۱]

اہل علم جانتے ہیں کہ مجتہدین کے کلام میں "سلف" سے مراد صحابہؓ وتابعینؒ ہی ہوا کرتے ہیں، پس معلوم ہوا کہ صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ مجتہدین سب کے نزدیک "جماعتِ ثانیہ" مکروہ وناپسندیدہ ہی تھی، اور یہ حضرات کسی عمل کو اس وقت تک مکروہ ومعیوب نہیں سمجھتے تھے جب تک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کے قول وفعل سے ثابت نہ ہو جاتا۔ چنانچہ ذخیرۂ احادیث میں صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کے زمانوں میں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد میں جماعتِ ثانیہ کا ذکر ——— اکا دکا واقعہ کے علاوہ ——— نہیں ملتا، جبکہ جماعت دن میں پانچ مرتبہ قائم ہوتی ہے، اور ہزار ہا مسلمانوں میں سے چند ایک کی جماعت کا چھوٹ جانا فطرۃً یقینی بات ہے۔

جماعتِ ثانیہ اور ائمہ مجتہدین:-

یہی وجہ ہے کہ جمہور علماء امت نے نہ صرف یہ کہ "جماعتِ ثانیہ" کی ہمت افزائی نہیں کی بلکہ صراحۃً اسے مکروہ اور ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے، ہاں! اگر وہ مسجد، محلّہ کی مسجد نہ ہو، اس میں باقاعدہ اور بروقت جماعت کا انتظام نہ ہو، بلکہ مسافروں اور راہ گیروں کیلئے بنادی گئی ہو، جہاں ہر وقت لوگ آتے جاتے نماز پڑھ لیا کرتے ہوں تو ایسی مسجد میں تکرارِ جماعت کی ممانعت وکراہت کی کوئی وجہ

۱ الام: ۱/۱۵۴

نہیں ہے۔ چنانچہ تمام علماء نے ایسی مسجدوں کو "جماعتِ ثانیہ" کی کراہت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

☆ عبد الرحمٰن الجزیری اس سلسلہ میں "ائمہ اربعہ" کا موقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یکره تکرار الجماعة فی المسجد الواحد ان تصلی فیه جماعة بعد اخریٰ	ایک مسجد میں یکے بعد دیگرے جماعت کرنا فقہاء کے نزدیک مکروہ ہے

اس کے بعد اس کی تفصیل اس طرح نقل کی ہے:

احناف کے نزدیک: مساجدِ طریق یعنی راستوں پر بنائی گئی مسجدوں میں جس میں امام اور مقتدی متعین نہیں ہوتے جماعت کی تکرار بلا کراہت جائز ہے، اور مساجدِ محلّہ میں جہاں امام اور اکثر مقتدی اہلِ محلّہ ہوتے ہیں ان میں اسی جگہ پر جہاں پر جماعتِ اولیٰ قائم ہو چکی ہو، "جماعتِ ثانیہ" کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ البتہ اس جگہ سے ہٹ کر کسی دوسرے مقام ومکان میں جماعت کی جا سکتی ہے۔

مالکیہ کے نزدیک: کسی بھی مسجد میں بلکہ اس "جماعتِ ثانیہ" میں بھی جو پنجوقتہ نمازوں کے لئے مختص ہو گیا ہو "مقررہ امام" کی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے، اگر چہ کہ امام نے اس کی اجازت بھی دی ہو، اسی طرح مقررہ وقت میں "مقررہ امام" سے قبل بھی علاحدہ جماعت کرنا درست نہیں ہے۔ اور جماعتِ اولیٰ کے دوران "جماعتِ ثانیہ" کرنا تو حرام ہے۔ البتہ وہ مساجد یا مواقعِ صلوٰۃ جہاں امام مقرر نہ ہو اور لوگ علاحدہ علاحدہ جمع ہو کر جماعت کر لیتے ہوں تو ایسے مقامات پر ایک ہی نماز کی متعدد جماعتوں میں کوئی حرج وکراہت نہیں ہے۔

شوافع کے نزدیک: ایسی مساجد میں جہاں امام مقرر ہو، بغیر امام کی اجازت کے جماعتِ ثانیہ مطلقاً مکروہ ہے، خواہ جماعت سے قبل ہو خواہ بعد میں ہو یا ساتھ میں ہو، ہاں اگر وہ مسجد محلّہ کی نہ ہو بلکہ راہ گیروں کے لئے بنائی گئی ہو، یا اس میں کوئی امام باقاعدہ مقرر نہ ہو، تو ایسی صورت میں جماعتِ ثانیہ کی گنجائش ہے۔

حنابلہ کے نزدیک: مقررہ امام کی جماعت ہو جانے کے بعد دوسری جماعت، مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کو چھوڑ کر دوسری مسجدوں میں بلا کراہت جائز ہے۔ کیونکہ ان دونوں مسجدوں میں بغیر عذرِ شرعی کے ان کے نزدیک جماعتِ ثانیہ مکروہ ہے۔[1]

☆ عصرِ حاضر کے عظیم محقق وفقیہ مولانا محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

حنابلہ اور اہلِ ظاہر "جماعتِ ثانیہ" کے جواز کے قائل ہیں...... لیکن ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ) اور جمہور (یعنی علماء کی اکثریت) کا مسلک یہی ہے کہ جس مسجد میں امام وموذن مقرر ہوں اور اس میں ایک مرتبہ محلّہ والے نماز پڑھ چکے ہوں وہاں تکرارِ جماعت مکروہِ تحریمی ہے، البتہ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ ایسی صورت میں محراب سے ہٹ کر بغیر اذان واقامت اور بغیر تداعی (لوگوں کو جمع کئے بغیر کسی جگہ) نماز ادا کی جائے تو جائز ہے، مگر احناف کا مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ اس طرح بھی "جماعتِ ثانیہ" کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی مسجد میں غیر اہلِ محلّہ نے آکر اپنی جماعت کر لی ہو تو اہلِ محلّہ کو دوبارہ جماعت کرنے کا حق ہے، یا اگر بعض محلّہ والوں نے چپکے سے اذان کہہ کر جماعت کر لی ہو اسطرح کہ اس کی اطلاع اہلِ محلّہ کو نہ ہو سکی ہو تو ان کے لئے تکرارِ جماعت جائز ہے، یا اگر مسجدِ طریق ہو جس کے امام وموذن مقرر نہ ہوں تو اس میں بھی تکرارِ جماعت جائز ہے، ان صورتوں کے سوا کسی صورت میں بھی جمہور

[1] الفقہ علی مذاہب الاربعہ: ۱/۲۴۴

(یعنی علماءِ امت کی اکثریت) کے نزدیک تکرارِ جماعت جائز نہیں ہے۔ [١]

☆فضیلۃ الشیخ مشہور حسن سلمان ـــــ مصلیوں کی کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ـــــ لکھتے ہیں: "جماعتِ اولیٰ سے پیچھے رہ جانے والوں کی غلطیوں میں سے ایک غلطی امامِ مقرر کی جماعت ہو جانے کے بعد جماعتِ ثانیہ کرنا ہے، جبکہ علماء وفقہاء کی ایک بڑی جماعت نے اس کو منع کیا ہے، اور ایسی صورت میں انفراداً نماز پڑھ لینے کا حکم دیا ہے، چنانچہ سفیان ثوریؒ، عبد اللہ ابن المبارکؒ، امام مالک بن انسؒ، امام محمد بن ادریس شافعیؒ، لیث ابنِ سعدؒ، امام اوزاعیؒ، امام زہریؒ، عثمان بتی، ربیعہؒ، امام ابوحنیفہؒ، اور ان کے دونوں اصحاب یعنی امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ، یحییٰ بن سعیدؒ، سالم بن عبد اللہؒ، ابوقلابہؒ، عبد الرزاق صنعانیؒ، ایوب سختیانیؒ، حسن بصریؒ، علقمہؒ، اسودؒ، ابراھیم نخعیؒ، اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ وغیرہ اکابر علماءِ دین وائمہ مجتہدین نے احادیث وآثار کی روشنی میں مسجد میں "جماعتِ ثانیہ" کی مخالفت فرمائی ہے۔ [٢]

جماعتِ ثانیہ اور عقلِ سلیم:-

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شریعت میں جماعت کی تعداد کا کثیر ہونا مطلوب ومقصود ہے، ادھر یہ بات بھی عقلی ویقینی ہے کہ جب لوگوں کو جماعتِ ثانیہ کی گنجائش مل جاتی ہے تو وہ "جماعتِ اولیٰ" میں شرکت کی کماحقہٗ فکر وکوشش کرنا چھوڑ دیتے ہیں، جیسا کہ ان علاقوں کا حال شاہد ہے جہاں "جماعتِ ثانیہ" کا رواج عام ہے۔ کیونکہ وہاں لوگ جماعتِ اولیٰ ہو جانے کے بعد بھی آتے رہتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی جماعت بنا کر نماز پڑھتے رہتے ہیں، یہ تہاون وغفلت دوسری

[١] درس ترمذی: ١/٤٨٤ [٢] القول المبین فی اخطاء المصلین ص: ٢٦٩

جماعت مل جانے کی امید ہی پر تو ہوتی ہے، نیز متعدد جماعتیں ہونے میں جھگڑوں اور اختلافات کے مواقع بھی زیادہ ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جماعتِ ثانیہ کی اجازت جماعتِ اولیٰ کی تقلیل وکمی کا سبب ہے اور جماعت میں تقلیل وتفریق کا سبب بھی بلاشبہ مکروہ ہے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے اذان کے بعد جماعت میں نہ شریک ہونے والوں کو جو سخت تنبیہ فرمائی ہے، اس سے بھی عقلاً جماعتِ اولیٰ ہی مراد ہے، اسلئے کہ اگر جماعتِ ثانیہ کی گنجائش ہوتی تو جماعتِ اولیٰ میں نہ پہونچنے والوں کو اتنی سخت تنبیہ نہ فرمائی جاتی۔ کیونکہ ان سے جماعتِ ثانیہ وثالثہ میں شرکت کا امکان باقی تھا، جو ان کے حق میں عذر ہوسکتا تھا۔ چنانچہ یہ طئے ہیکہ وہ تہدید وتنبیہ "جماعت اولیٰ" کے تارکین کے لئے ہی تھی، جب ایسا ہے تو جماعتِ اولیٰ میں شرکت حکمِ رسول سے لازم وواجب ہوگئی اور جب پہلی جماعت میں شرکت کا واجب ہونا ثابت ہوگیا تو خود بخود اس سے جماعتِ ثانیہ کی کراہت بھی ثابت ہوگئی ہے۔ [١]

نیز حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی روایت جو پیچھے گذر چکی ہے میں جو انہوں نے فرمایا ہے کہ "صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں مشہور منافقوں کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو جماعت میں شریک نہ ہوتا تھا اور اگر دو آدمیوں کے سہارے گھسٹتے پیروں سے بھی پہونچ سکتا تھا تو بھی ضرور وہ مسجد آتا تھا، یہ قول بھی جماعتِ اولیٰ کی طرف اشارہ کررہا ہے۔

امام احمدؒ کا مستدل اور اس کا رد:-

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ اس مسئلہ میں امام احمدؒ کا مسلک جمہور کے بر

[١] اعلاء السنن: ٤/٢٧٨

خلاف جواز کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ" جماعتِ ثانیہ" سوائے حرمین شریفین کے دوسری مساجد میں علی الاطلاق درست ہے، اور ظاہریہ (غیر مقلدین) بھی جواز کے قائل ہیں، ان کی دلیل ایک تو حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ ایک صحابیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد مسجد پہونچے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا، کوئی ہے جو ان کے ساتھ شریک ہو کر ثواب حاصل کرلے؟ تو ایک صاحب (حضرت ابوبکرؓ) اٹھے اور ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ لی![1]

حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ سے "جماعتِ ثانیہ" کی ترغیب کا پتہ نہیں چلتا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ترغیب فرض ادا کئے ہوئے لوگوں کو دی، نفل کی نیت سے فرض پڑھنے والے کے ساتھ شریک ہونا موضوع بحث نہیں ہے، بلکہ موضوع فرائض کے لئے دوسری جماعت بنانے کا مسئلہ ہے، پس یہ حدیث "اقتداء المتنفل خلف المفترض "یعنی فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل کی نیت سے شریک ہونے کے مسئلہ سے متعلق ہے نہ کہ "جماعتِ ثانیہ" کے مسئلہ سے، اسلئے اس سے استدلال کامل نہیں، دوسرے یہ کہ یہ صرف دو آدمیوں کی جماعت تھی اور ایک احیانی صورت تھی، اس لئے کہ اس سے اگر صحابہ کرامؓ جماعتِ ثانیہ کی ترغیب کا سبق لیتے تو ان کا اسپر تعامل ہوتا جبکہ پورے ذخیرۂ احادیث میں اس واقعہ کے علاوہ مسجد نبوی میں جماعتِ ثانیہ کا ذکر نہیں ملتا۔ تیسرے یہ کہ جب مسائل میں اباحت وکراہت کا اختلاف ہوتا ہے تو ترجیح کراہت کو حاصل ہوتی ہے۔[2]

دوسری دلیل ان حضرات کی حضرت انسؓ کا واقعہ ہے کہ وہ مسجد ثعلبہ یا مسجد

۱ مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۵۳ ۲ درس ترمذی

رفاعہ میں چند لوگوں کے ساتھ تشریف لائے، جس میں جماعتِ اولیٰ ہوچکی تھی تو انہوں نے پھر سے اذان واقامت کہلوائی اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی۔[1]

اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت انسؓ نے جس مسجد میں" جماعتِ ثانیہ" کی ہے اس کا محلّہ کی مسجد ہونا واضح نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مسجدِ طریق ہو، جس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اذان واقامت بھی کہلوائی، جبکہ "جماعت ثانیہ" کو درست سمجھنے والوں کے نزدیک بھی جماعتِ ثانیہ کے لئے اذان واقامت کا اعادہ صحیح نہیں ہے، پھر اس واقعہ کی بعض روایات میں مسجدِ رفاعہ کے نام سے جس مسجد کا ذکر ہے، اس نام سے مدینہ منورہ میں کوئی مسجد معروف نہیں تھی، اس لئے غالب گمان یہی ہے کہ محلے سے ہٹ کر یا کسی راستہ پر یہ مسجد رہی ہو، اور وہاں امام اور جماعت مقرر نہ ہو، اور ایسی صورت میں" جماعت ثانیہ" سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔[2]

یہ توجیہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ خود حضرت انسؓ نے ہی صحابہ کرامؓ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ "جب ان کی جماعت فوت ہوجاتی تو وہ مسجد میں تنہا پڑھ لیا کرتے تھے۔[3]

جماعتِ اولیٰ ترک ہوجائے تو تلافی کیسے کی جائے؟:-

اب ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ اگر کسی بے چارے کی کوشش کے باوجود جماعت چھوٹ جائے تو وہ جماعت کے اجر کی تلافی کس طرح کرے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ: ۱۔ اذان کے بعد جماعتِ اولیٰ کو حاصل کرنے کی اپنی طرف سے پوری کوشش کرے، کیونکہ خود اس فکر واہتمام کا ثواب مستقلاً ملتا ہے، ۲۔ مسجد پہونچنے پر جماعت کے ساتھ قعدۂ اخیرہ بھی ملجائے تو جماعت کا ثواب

۱ مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۵۱ ۲ درس ترمذی: ۱/۴۸۵ ۳ مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۵۲

پانے کے لئے کافی ہوجاتا ہے،۳۔اور اگر مسجد پہونچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی ہے تو بھی غم نہ کرے،تنہا نماز ادا کرلے،اس کو فکر واہتمام کی بدولت جماعت کے ساتھ ادا کرنیوالوں کے برابر ہی اجر وثواب ملے گا۔

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فان اتى المسجد فصلى فى جماعة غفرله ، فان اتى المسجد وقد صلوا بعضا وبقى بعضا ، صلى ماادرك واتم ما بقى ، كان كذالك ، فان اتى المسجد وقد صلوا فاتم الصلوة كان كذالك ۱؎

(جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد پہونچا) اور اس کو جماعت مل گئی تو اسکی مغفرت ہوگئی اور اگر کچھ جماعت ملی باقی تنہا پوری کرلی تو بھی مغفرت ہوگئی ، اور اگر ایسے وقت پہونچا کہ جماعت ختم ہوگئی اور اس نے اپنی نماز الگ پڑھ لی تو بھی مغفرت ہوگئی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا:

من توضأ فاحسن وضوئه ثم راح ، فوجد الناس قد صلوا ، اعطاه الله مثل اجر من صلاها وحضرها ، لاينقص ذالك من اجورهم شيئا ۲؎

جس نے اچھی طرح وضو کیا ، اور مسجد پہونچا تو دیکھا کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں ، تب بھی اللہ تعالیٰ اسکو جماعت میں شریک لوگوں کے اجر کے برابر اجر عطا فرمائیگا۔ان لوگوں کے اجر میں کمی کئے بغیر۔

۱؎ ابوداؤد :۱/۱۵۴ ۲؎ نسائی:۱/۱۱

دونوں حدیثوں سے ایک بات تو یہ واضح ہوگئی کہ جماعتِ اولیٰ کو پانا یا اس کو پانیکی سعی کرنے کے باوجود نہ پا سکنا، دونوں اجر میں برابر ہے، اسلئے ثواب جماعت سے محرومی کے خیال سے جماعت ثانیہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جماعتِ ثانیہ کو پسند فرماتے تو جماعت کے بعد پہونچنے والوں کو اسی کی ترغیب دیتے ،مگر چونکہ ایسا کرنا نظام جماعت کے شرعی مقصد کے خلاف تھا اس لئے آپ ؐ نے اس کی ترغیب نہیں دی، بلکہ علاحدہ پڑھ لینے کے باجود جماعت سے پڑھنے والوں کے بقدر ثواب کا وعدہ فرمایا، بشرطیکہ اس نے جماعت پانے کی سعی کی ہو۔اس ارشاد گرامی کے موجود ہوتے ہوئے مسجد پہونچنے پر جماعت نہ ملنے والوں کو نہ کسی غم کی ضرورت ہے اور نہ ہی جماعتِ ثانیہ کے ذریعہ اس کی تلافی کی حاجت باقی رہ جاتی ہے۔والحمد لله على ذالك

خلاصۂ بحث اور اہل علم سے ایک گذارش:۔

خلاصہ یہ کہ مساجد میں جماعتِ ثانیہ کا بڑھتا ہوا رجحان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل ،صحابہ کرامؓ ،تابعین عظامؒ ،تبع ائمہ مجتہدینؒ اور جمہور محدثین وسلف صالحین کے اقوال وآراء کی روشنی میں ایک مکروہ اور ناپسندیدہ عمل ہے،اور یہ کہ اس میں زیادہ ثواب سمجھنا احکام سے ناواقفیت کی بناء پر ہے،اور یہ کہ جن چند علماء نے جمہور علماء کے برخلاف اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا ہے ان کے دلائل زیادہ مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے مرجوح ہیں۔والله اعلم وعلمه اتم واحكم۔

اس لئے اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں مسئلہ کی صورتحال کو خوب اچھی طرح واضح کر کے اس بدعت کے خلاف جدوجہد کریں ،

اور دیکھا دیکھی رواج پاتے ہوئے اس مکروہ عمل پر روک لگائیں ۔ جماعتِ اولیٰ
کے اہتمام کی طرف خصوصی توجہ دلائیں ، اس کے ترک پر وارد وعیدوں سے
روشناس کرائیں ، یہ بھی بتلائیں کہ جماعتِ ثانیہ سے اسکی تلافی ممکن نہیں ہے، اور
جس شخص نے جماعتِ اولیٰ کو پانے کی کوشش کی پھر بھی نہ مل سکی تو اس کو ملول
ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس کو تنہا پڑھنے پر بھی جماعت کی نماز ہی
کا اجر ملے گا۔ اور اگر غفلت کی وجہ سے جماعت چھوٹ گئی تو نوافل کی کثرت کے
ذریعہ تلافی کرنے کی کوشش کرلے جیسا کہ سلف صالحین کے احوال میں منقول ہے
کہ ایسے موقع پر تنہا نماز پڑھ لیتے تھے، پھر نوافل کے ذریعہ تلافی مافات اور اپنی
غفلت کے علاج کی فکر کرتے تھے۔ اگر اہل علم حضرات اس قسم کے مسائل کو غیر
اہم سمجھ کر اور نام نہاد وسعتِ ذہنی سے کام لیکر نظر انداز کرتے رہیں گے تو دھیرے
دھیرے بات فرائض وواجبات تک پہونچ جائیگی، کیونکہ آج کل عام مسلمان محض
بھولے پن سے اور آلۂ کار لوگ سوچی سمجھی سازش کے تحت آہستہ آہستہ اسلاف
کے دین کا حلیہ بگاڑ کر امریکہ کا مطلوب دین تیار کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ بار
بار غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا چھوٹی چھوٹی باتوں پر سختی وپختگی سے عمل کرنے
اور مسلمانوں کو پابند بنانے والے ہمارے اسلاف کرام تنگ نظر تھے؟ یا انہیں
دلائل کے ضعف وقوت کا اندازہ نہیں تھا؟ بات دراصل یہ ہے کہ باڑھ کی حفاظت
ہی سے کھیت کی حفاظت ہوسکتی ہے، اور اگر باڑھ کو غیر اہم سمجھ کر چھوڑ دیا جائے تو
پھر کھیت کی حفاظت کا خواب بھی خبط ہے۔ اللہ پاک ہمیں اپنے بڑوں کے تصلب
دینی کو سمجھنے اور اس سے سبق سیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ان ارید به الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا بالله

ایک جدید مکتبِ فکر اور امام ابن تیمیہؒ کی نظر میں اس کا مقام:-

اسلام میں پنجوقتہ نمازوں کے لئے نظامِ جماعت کا اہتمام کس قدر ہے ،
کیوں ہے، اس کے ذریعہ اسلام کیا چاہتا ہے، اور ان مقاصد کیلئے ہر مسجد میں ایک
ہی جماعت قائم ہونی چاہیے، اسکے برخلاف بار بار جماعتیں کرکے جمعیت واتحاد کو
کمزور کرنا کتنا ناپسندیدہ عمل ہے ، یہ سب تفصیل آپ جان چکے ہیں ، جو لوگ
عربوں کی دیکھا دیکھی یا لاعلمی سے ثواب کی حرص میں "جماعتِ ثانیہ" کو ایک نیک
کام سمجھ کر کر رہے تھے ان کیلئے اس عمل کو ترک کرنے یہ مضمون بہت کافی وشافی
ہے، ان شاء اللہ اور جیسا کہ ابتداء میں عرض کیا گیا کہ یہ مضمون ایسے ہی طبقہ کی
علمی رہنمائی وعملی اصلاح کے جذبہ سے لکھا گیا ہے ، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور
توفیقِ عمل عطا فرمائے۔

لیکن اس طبقہ کے برخلاف اس زمانہ میں ایک اور طبقہ "سلفیت" کے نام پر
ضدی اور ہٹ دھرم قسم کا ابھرا ہے، جو مسلمانوں کے اجتہادی اختلافات کو بھی دین
وایمان کا اختلاف سمجھتا ہے، اور جس کے نزدیک "بخاری شریف" کی حیثیت ایک
"متوازی نبی" کی حیثیت ہے کہ کسی بات کا بخاری شریف میں پایا جانا یا سعودی
عرب میں اس پر عمل ہونا ایسا قطعی الثبوت مسئلہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی حدیث
اور فقہی تحقیق نہ قابلِ سماعت ہے نہ لائق التفات! یہ طبقہ اختلافی امور میں اپنے
مسلک کے پختہ مقلد ہونے اور اسکے برخلاف کچھ نہ سننا چاہنے کے باوجود اپنے کو
"کتاب وسنت کا متبع"، باقی سب مسلمانوں کو "بتانِ ائمہ کا پجاری" سمجھتا ہے، اس نئے
اور بدعتی طبقہ نے ایک نیا سلسلہ یہ شروع کر دیا کہ اس مزاج وخیال کے لوگ مسجدوں
میں بالقصد تاخیر سے پہونچتے اور علاحدہ جماعت بنا کر نماز پڑھتے ہیں، یا پھر انفراداً

اپنی نماز پڑھتے ہیں، تاکہ حنفی المسلک امام کی اتباع سے محفوظ رہیں، یہ لوگ شیعوں کی طرح تقیہ کے مرتکب اور منافقوں کی طرح تفریق بین المؤمنین کے مجرم ہیں۔

یہ لوگ دراصل، سلفیوں کے علاوہ کسی کو مسلمان نہیں سمجھتے، خاص طور سے احناف کو شرک سے کم درجہ کا قصوروار نہیں مانتے، خود میں نے متعدد مرتبہ دیکھا کہ اس طبقہ کے بعض نوجوان بات کرنے کیلئے آئے، درمیان میں جماعت کا وقت ہوگیا تو یہ لوگ علاحدہ کھڑے رہے اور جب جماعت ہو چکی تو اپنی جماعت بنا کر نماز پڑھی، پوچھنے پر بتلایا کہ چونکہ آپ لوگوں کی نماز صحیح نہیں ہے، اس لئے ہم علاحدہ پڑھتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ طرزِ عمل سلف سے ثابت نہیں ہے، بلکہ بقول امام شافعیؒ سلف تو مسجد کی جماعتِ ثانیہ کو معیوب سمجھتے تھے نہ کہ مرغوب! اصل میں بس راز وہی ہے کہ ان کے نزدیک ابھی جماعت ہوئی ہی نہیں، اس لئے کہ جن لوگوں نے جماعتِ اولیٰ کی تھی، انہیں یہ وثنی اور صنمی یعنی بت پرست سمجھتے ہیں۔ اگر یہ لوگ احناف کو بھی مسلمان سمجھتے اور "اہل السنۃ والجماعۃ" میں سے ہوتے تو بلا کراہت ان کی اقتداء کر لیتے، جیسا کہ بہت سے کر بھی لیتے ہیں--- اور ان معتدل غیر مقلدین سے ہم مخاطب بھی نہیں ہے، جاہل حنفیوں اور غالی سلفیوں سے سے گفتگو کی جارہی ہے کیونکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد میں یہ بھی شامل ہے کہ مسلمان خواہ صالح ہو یا فاجر اس کی اقتداء میں نماز درست ہے، "ونری الصلوٰۃ خلف کل بر وفاجر" (العقیدۃ الطحاوی) اس لئے مسلمانوں کو اس طبقہ سے خبردار و ہوشیار رہنا چاہیے کیوں کہ یہ طبقہ "افتراق بین المسلمین" کی سنگین اور غیر اسلامی حرکت کا مرتکب اور دشمنانِ اسلام کا آلہ کار ہے۔ چونکہ یہ طبقہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کا نام لیتا

رہتا ہے اور ان کی تحقیقات ہی کو برحق سمجھتا ہے، خواہ وہ جمہورِ امت کے مقابلہ میں ان کے تفردات ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے ہم ذیل میں ان کی عبرت ونصیحت کیلئے شیخ کی ایک عبارت کا ترجمہ نقل کرتے ہیں: انہوں نے اس سوال کے جواب میں کہ ایک مسلک کے مسلمانوں کی نمازیں دوسرے مسلک سے تعلق رکھنے والوں کے پیچھے ہوجاتی ہیں یا نہیں؟ جواباً فرمایا:

ہاں! ایک مسلک والے کی نماز دوسرے مسلک والے کے پیچھے صحیح ہوجاتی ہے، جیسا کہ صحابہ کرامؓ تابعین اور ان کے بعد ان کے سچے متبعین اسی طرح ائمہ اربعہ رحمھم اللہ کا معمول تھا کہ وہ مسائلِ اجتہادیہ میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے، سلف میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہتا تھا کہ مسلک کے اختلاف کے ساتھ اقتداء صحیح نہیں ہے، جو شخص ایک مسلک والے کی دوسرے مسلک والے کے پیچھے نماز صحیح ہوجانے کا منکر ہے وہ بدعتی، گمراہ اور کتاب وسنت اور اجماعِ سلف اور ائمہ امت کا مخالف ہے۔ [۱]

حدیثِ صحیح میں وارد ہے کہ وہ تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر وہ صحیح پڑھائیں تو ان کے حق میں بھی مقبول تمہارے حق میں بھی مقبول اور غلط پڑھائیں تو تمہاری نماز مقبول ہے اور وبال ان کے سر ہے۔ [۲]

ترکِ جماعت کے اعذار:-

درمیان مضمون میں بلا عذر شرعی جماعتِ مسجد ترک نہ کرنے کا ذکر آیا تھا اسلئے آخر میں ان شرعی اعذار کا بھی ذکر کر دیا جاتا ہے تاکہ قارئین کے علم میں رہے، اور عمل کا سبب بنے۔

۱؎ مجموع الفتاوی: ۳۷۳/۲۳ ۲؎ ایضاً

(۱) لباس بقدر ستر عورت کے نہ پایا جانا۔ (۲) مسجد کے راستے میں سخت کیچڑ ہونا۔ (۳) بارش کا بہت تیز ہونا۔ (۴) سردی کا اس قدر سخت ہونا کہ مسجد جانے میں سخت تکلیف ہو۔ (۵) مسجد جانے میں مال واسباب کے چوری ہوجانے کا خوف ہونا۔ (۶) مسجد جانے میں کسی دشمن کے ملجانے کا خوف ہونا۔ (۷) مسجد میں کسی قرض خواہ کے ملجانے کا اور اس سے تکلیف پہونچ جانے کا اندیشہ ہونا۔ بشرطیکہ ادائیگی قرض کی وسعت نہ ہو۔ (۸) اس قدر اندھیری رات ہو کہ راستہ نہ دکھائی دیتا ہو، لیکن اگر روشنی کا سامان مہیا ہو تو پھر یہ عذر نہیں ہے۔ (۹) رات کا وقت اور سخت آندھی کا چلنا۔ (۱۰) کسی ایسے مریض کی تیمارداری میں ہونا کہ جماعت میں جانے سے مریض کو تکلیف پیش آنے کا خطرہ ہو۔ (۱۱) کھانا تیار ہو اور بھوک ایسی لگی ہو کہ نماز میں دل نہ لگنے کا خوف ہو۔ (۱۲) پیشاب یا پاخانہ زور سے لگا ہو۔ (۱۳) سفر کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور گاڑی چھوٹ جانے کا یا جماعتِ مسجد کے انتظار میں تاخیر کا اندیشہ ہو۔ (۱۴) کوئی ایسا عذر ہونا کہ اس کی وجہ سے چل پھر نہ سکتا ہو۔[۱]

---

[۱] مراقی علی الطحاوی، مرتبہ: حضرت محی السنہ